Volume 03, Issue 02,
April-June 2025
PP: 144-152
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

قرآن مجید میں مذکور منتخب غزوات النبی ﷺ کا مطالعاتی و تحقیقی جائزہ

A Study and Research Review of Selected Battles of the Prophet (PBUH) Mentioned in the Holy Quran

Dr. Farida [1]*, Dr. Pari Gul Tareen [2]

Article History

Received
20-05-2025

Accepted
25-06-2025

Published
30-06-2025

Indexing

Abstract

The battles involving the Prophet Muḥammad (peace be upon him), as referenced in the Holy Qurʾān, are not merely historical events but profound episodes imbued with enduring moral, spiritual, and socio-political lessons. Far beyond their military dimensions, these confrontations such as the Battles of Badr, Uḥud, Khandaq (The Trench), Ḥunayn, and Tabūk represent pivotal moments in the establishment and consolidation of the Muslim ummah. The Qurʾān addresses these events not only to document them but to underscore essential values such as faith (īmān), patience (ṣabr), unity (ittiḥād), trust in Allah (tawakkul), and the spirit of sacrifice. This study critically analyzes the Qurʾānic discourse surrounding these key battles to uncover the deeper ethical and spiritual teachings embedded within them. It argues that these encounters should be understood as divine training grounds moments through which the Muslim community was refined, purified, and spiritually elevated. Each battle is portrayed as a moral and strategic response to aggression, injustice, and social disorder, rather than as a pursuit of conquest or dominance.

By examining the verses and themes associated with these historical incidents, this research aims to extract principles that remain relevant for Muslims today particularly in the realms of leadership, justice, resilience, and communal cohesion. The study concludes that the Qurʾānic narrative of these battles offers timeless guidance, calling contemporary Muslims to uphold the ideals of justice, mercy, and spiritual discipline in both personal and collective challenges.

Keywords:

Qurʾānic Battles, Prophet Muḥammad (PBUH), Badr, Uḥud, Khandaq, Ḥunayn, Tabūk, Moral Lessons, Islamic History, Tawakkul, Ṣabr, Unity, Spiritual Guidance.

[1] *Lecturer, Islamic, Studies Department, Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta, Baluchistan.*
***Corresponding Author.** faridakakar5@gmail.com*
[2]*Lecturer, Islamic, Studies Department, Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta, Baluchistan.*

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

قرآن مجید ایک کامل اور جامع کتاب ہے جو نہ صرف عقائد و عبادات کی رہنمائی کرتی ہے بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اصول وہدایات بھی عطاء کرتی ہے۔ سیرتِ طیبہ کا ایک نمایاں پہلو وہ غزوات ہیں جن کا تعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کے عسکری پہلو سے ہے۔ غزوات اُن جنگوں کو کہا جاتا ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود شرکت فرمائی۔ قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر ان غزوات کا ذکر موجود ہے، جن کا مقصد صرف فتوحات حاصل کرنا نہ تھا بلکہ دینِ اسلام کا دفاع، ظلم و جبر کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام تھا۔ یہ غزوات تاریخِ اسلام میں نہایت اہم مقام رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعے نہ صرف اسلامی معاشرے کی بنیادیں مضبوط ہوئیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا عملی مظاہرہ بھی سامنے آیا۔

قرآن مجید ان غزوات کو صرف تاریخی واقعات کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ ان سے اخلاقی، روحانی اور اجتماعی اسباق بھی اخذ کیے گئے ہیں۔ ان جنگوں کے ذریعے ایمان، توکل، صبر، قربانی اور اتحاد جیسے اہم اوصاف کو اُجاگر کیا گیا۔ ان میں سب سے نمایاں غزوات بدر، اُحد، خندق، بنی قریظہ اور تبوک ہیں، جن کا تفصیلی ذکر قرآن میں موجود ہے۔ یہ غزوات نہ صرف اسلامی تاریخ کا روشن باب ہیں بلکہ قرآن میں ان کا ذکر ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم ان سے سبق سیکھیں اور ان میں موجود پیغام کو اپنی زندگی میں اپنائیں۔ ذیل میں ان منتخب غزوات کا جائزہ لیا جارہا ہے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

غزوۂ حُدیبیہ:

غزوہ حدیبیہ کا ذکر سورۂ فتح کی آیت 10 میں یوں آیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا[1]

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کررہے وہ در اصل اللہ ہی سے بیعت کر رہے ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، پھر جو عہد شکنی کرے گا سو توڑنے کا وبال خود اسی پر ہو گا اور جو عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔

یہ غزوہ ذی قعدہ 6ھ میں پیش آیا۔ اس میں جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ ایک معاہدہ ہوا، جو اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا سبب ثابت ہوا، اگرچہ بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن نے اسے "فتح مبین" کا نام دیا۔ اس غزوہ کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کا جنگ و قتال کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ جب آپ ﷺ عسفان میں پہنچے تو یہاں ایک شخص آیا اور آپ ﷺ کو قریش کے مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کی خبر سنائی۔ پھر حضور ﷺ اور قریش کے درمیان کئی شخصوں کے ذریعے سے گفتگو ہوگئی۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قریش کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ انہیں بتادو:

ہم جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں، ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا۔ نیز آپ ﷺ نے حضرت عثمان سے یہ بھی فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان مرد اور عورتیں ہیں، ان کو فتح کی بشارت دیں اور ان کو یہ خوشخبری بھی سنائیں کہ اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے یہاں تک کہ ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت باقی نہ رہے۔[2]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے اور قریش کے سرداروں سے ملے اور انہیں آنحضرت ﷺ کا پیغام دے دیا مگر انہوں نے انکار کیا اور حضرت عثمان کو طواف کرنے کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف کرنا مناسب نہیں

سمجھا۔ ادھر حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ پھیل گئی اس بارے میں آپ ﷺ نے تمام لوگوں سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی اور حضرت عثمان کی طرف سے اپنے دستِ مبارک سے بیعت لی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بیعتِ رضوان کا نام دیا اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا[3]

بیشک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے پھر جان لیا وہ جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اللہ نے ان پر اطمینان نازل کیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔

قریش اس بات پر اڑ گئے کہ ہم آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اس سال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو ایک معاہدہ پہ بات ختم ہوئی اس کے بعد آپ ﷺ اور مشرکین کی طرف سے سہیل بن عمرو کے درمیان گفتگو ہوئی۔ طویل گفتگو اور بحث و مباحثے کے بعد فریقین نے چند شرائط پر اتفاق کر کے معاہدہ صلح کر لیا۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھی مگر حقیقت میں یہ مسلمانوں کے لئے بہت شاندار ثابت ہوئی۔ کیوں کہ اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے امن درکار تھا اور وہ اس صلح سے حاصل ہو گیا۔ اس میں ایک شرط یہ تھی کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سال تک جنگ بند رہے۔ اب تک مسلمان ملتے جلتے نہ تھے اس صلح کی بدولت ان کے درمیان آمد و رفت شروع ہوئی اسی طرح جو مسلمان مکہ جاتے اہل مکہ ان کے کردار اور نیکوکاری سے متاثر ہوتے تھے۔ اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اس طرح معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے اشخاص بھی تھے جیسے حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ عمرہ کے لئے مکہ سے نکلے۔ اس وقت چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے، مگر دو برس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار مسلمان تھے، یہ صلح حدیبیہ کا ثمرہ تھا۔ اس صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے قربانی کے جانور ذبح کئے اس کے بعد حجامت بنوائی اور جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اُتارا اور مسلمان تین دن حدیبیہ میں قیام کر کے مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَ یَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّ یَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا[4]

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی ہے تاکہ معاف کر دے اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی تمام خطاؤں کو اور آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھی راہ پر چلائے اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست نصرت کرے۔

مسلمان صلح حدیبیہ کے نکات کو شکست سمجھتے تھے مگر اللہ نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں قرار و سکون آ گیا۔

غزوۂ خیبر:

غزوۂ خیبر 7 ہجری میں ہوا، اس میں جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خیبر فتح ہوا اور یہود کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ خیبر ایک یہودی آبادی تھی اور عرب میں یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہود کا جنگی مستقر اور جزیرۃ العرب میں ان کا آخری قلعہ تھا۔ بنو نضیر، مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے اور یہ لوگ آئے دن سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ جنگ احزاب بھی یہودی سازش کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی اور اب یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف تیاریوں میں مصروف تھے۔

یہ یہودی مسلمانوں کے خلاف برابر ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے اور اس بات کو کسی بھی وقت نہ بھولتے کہ ان کے دوسرے بھائیوں کے ساتھ جو بھی ہوا ہے، وہی سب ان کے ساتھ بھی پیش آسکتا ہے۔ وہ قبیلہ غطفان کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ پر حملہ کی سازش کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ارادہ فرمالیا کہ اب ان سے اور ان کی سازشوں سے نجات حاصل کر لی جائے اور اس محاذ کی طرف سے اطمینان اور یکسوئی حاصل ہو، یہ علاقہ مدینہ منورہ کے شمال مشرق میں 70 میل کی مسافت پر واقع تھا۔[5]

آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ سے نکل کر مدینہ میں ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور محرم کا کچھ حصہ قیام فرمایا اور اس کے بعد خیبر کا رخ کیا، حضرت سباح بن عرفطۃ غفاری کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔ ازواج مطہرات میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں فوج کی تعداد 12 سو تھی جن میں دو صد سوار اور باقی پیدل تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے خیبر کے قلعوں کی طرف توجہ کی اور ایک ایک کر کے تمام قلعوں کو فتح کیا ، ان قلعوں میں ایک قلعہ ایسا تھا جو نامور یہودی شہسوار مرحب کا پایہ تخت تھا، اس قلعہ کو حضرت علی بن ابی طالب نے سر کیا، مرحب بڑے طمطراق سے آیا لیکن حضرت علی نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اس ضرب کی آواز فوج نے سنی اور مرحب وہیں ڈھیر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

فتح مکہ:

فتح مکہ کا ذکر سورۂ حدید کی آیت 10 اور سورۂ نصر میں آیا ہے:

وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ[6]

اور کیا ہوا تمہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی میراث، تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتل کیا ان کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے بہت بڑا ہے، اور دونوں سے اللہ نے احسان کا وعدہ کیا ہے اور اللہ جانتے ہیں جو عمل تم کرتے ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اس آیت میں فتح سے مراد فتح مکہ ہے یہاں یہ امر بیان کیا جا رہا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو بعد فتح مکہ کیا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی اور اس لیے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا، پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے، انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں۔[7]

اسی طرح ایک مقام یعنی سورۃ نصر میں بھی اللہ پاک نے فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا[8]

جب آپہنچی اللہ کی مدد اور فتح اور دیکھا تم نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہوئے، پس اپنے رب کی حمد و ثنا کرو، استغفار کرو، بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس میں آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وصال کی خبر دی کہ جب آپ ﷺ اپنی بستی مکہ فتح کرلیں اور تمام بستیاں اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو سمجھ جانا کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ سے جو کام لینا تھا وہ مکمل ہو گیا، اب آپ ﷺ کے لیے بہتری اس میں ہے کہ اس دنیافانی سے چلے جائیں اور اللہ میاں کے پاس مہمان بن جائیں اور جاتے جاتے اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کرتے جائیں۔

الغرض رسول اللہ ﷺ بڑی فوج کے ساتھ مکہ فتح کرکے اس میں اس شان سے داخل ہوئے کہ ہر پل اللہ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بڑی تواضع اختیار کر رکھی رکھی۔ اسی اثناء میں سورہ فتح کی آیات تلاوت فرمارہے تھے۔ سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور خانہ کعبہ کے اندر جو تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، کمان کے ساتھ ان سب بتوں کو توڑتے ہوئے یہ آیات تلاوت فرمارہے تھے جن کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے:

وَ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا [9]

اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل نابود ہو گیا۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا، جس کے بعد آپ ﷺ نے سب کو معاف کیا اور تقریباً مکہ کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے اس دن در گزر کا بہت بڑا مظاہرہ کیا کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے آبائی وطن سے نکالا مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے سب کو معاف کیا۔ اس سے تمام امت مسلمہ کو معافی اور در گزر کا سبق ملا۔

غزوہ حنین:

اس غزوہ کا ذکر سورۂ توبہ کی آیت 25 اور 26 میں آیا ہے:

لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیۡ مَوَاطِنَ کَثِیۡرَۃٍ ۙ وَّ یَوۡمَ حُنَیۡنٍ ۙ اِذۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ کَثۡرَتُکُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡکُمۡ شَیۡئًا وَّ ضَاقَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّیۡتُمۡ مُّدۡبِرِیۡنَ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ اَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡہَا ۚ وَ عَذَّبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَ ذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ [10]

اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن، جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوئے پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کو یہی سزا ہے۔

یہ غزوہ شوال 8ھ میں پیش آیا۔ "حنین" مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے جہاں ہوازن اور ثقیف رہتے تھے۔ یہ بہت جنگجو اور جنگ سے اچھی طرح واقف تھے، یہ دونوں قبائل تیر اندازی میں مشہور تھے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کررہے تھے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ 12 ہزار کا لشکر لے کر ان سے جنگ کے لئے حنین کی طرف نکل گئے۔ ان دو قبائل نے اچھی تیاریں کر رکھی تھی، ادھر مسلمان بہت مطمئن تھے کہ اس دفعہ کم از کم قلت کی وجہ سے نہیں ہاریں گے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے کثرت تعداد پر بھروسہ کیا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند آیا۔ اوپر بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کثرت تعداد کے باوجود مسلمانوں پر زمین تنگ ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور سب کو حوصلہ دیا سب نے بہادری کا اس طرح سے مظاہرہ دکھایا کہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور بھاگ نکلے مگر مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بہت سے کفار کو قید کرکے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جمع کیا۔ طبقاتِ ابن سعد میں مذکور ہے:

اسیر ان جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی ان میں سے حضرت شیمہ بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا، تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس لائے، انہوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ ﷺ نے دانت سے کاٹا تھا، یہ اس کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ان کے بیٹھنے کے لئے خود ردائے مبارک بچھائی، محبت کی باتیں کیں، چند شتر اور بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ انہوں نے خاندان کی محبت میں وطن جانا چاہا چنانچہ عزت واحترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔ [11]

غزوہ حنین کی فتح سے عربوں کے سینے کی وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ان کے سینوں میں سلگ رہی تھی۔ اس فتح نے ان کے ان تمام خواہشوں اور خوابوں پر پانی پھیر دیا جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دیکھی تھیں۔ اس جنگ سے عربوں کی طاقت ختم ہو گئی ان کی جماعتوں میں پھوٹ پڑی اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل اسلام قبول کرنے کے لئے کھول دیئے، بہت سے لوگوں نے غزوہ حنین کے وقت اسلام قبول کیا اور اس کا بڑا اثر یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف کفار عرب کی یہ آخری جنگ ہو گئی۔

غزوۂ تبوک:

سورۂ توبہ میں اس غزوہ کے بہت سے واقعات کی تفصیل ہے اور سورت کے آخر تک اسی غزوہ کا ذکر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ[12]

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں کہا جاتا ہے اللہ کی راہ میں نکلو تو زمین پر گرے جاتے ہو، کیا تم آخرت کی زندگی پر دنیا کی زندگی سے خوش ہو گئے پس دنیاوی زندگی کا فائدہ آخرت سے بہت کم ہے۔

غزوہ تبوک رجب 9ھ میں پیش آیا اس میں بھی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں آنحضرت ﷺ نے شرکت فرمائی تبوک مدینہ سے سات سو کلو میٹر دور ایک مشہور مقام ہے۔ یہ غزوہ اس طرح پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کو مسلمانوں کے خلاف رومیوں کے لشکر جرار کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ سخت گرمی کے موسم میں آپ ﷺ 30 ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ حضرت علی بن ابی طالب کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے تبوک میں 20 دن تک قیام کیا، ابلہ کا سردار حاضر خدمت ہوا اور جزیہ دینا منظور کیا، اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے۔ [13]

الغرض ان غزوات کا مقصد لڑائی جنگ کرنا نہیں تھا بلکہ ایک پر امن معاشرہ بنانا مقصد تھا اور اسلام کی اشاعت کے لئے آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ فتوحات حاصل کیں۔ یہ سب آپ ﷺ نے اپنی مرضی سے نہیں کیا، آپ ﷺ نے ہمیشہ ہر کام اللہ کے حکم پہ کیا ہے۔ تو اللہ حکیم اور خبیر ہے ان غزوات کی بدولت اسلام نہ صرف عرب میں بلکہ پوری دنیا میں پھیل گیا۔ جب مدینہ کے آس پاس علاقوں کو فتح کیا پھر آپ ﷺ نے ایک مستحکم اور مضبوط نظام بنانے کی کوشش کی اور مزید فتوحات کے لئے سپہ سالاروں کی تربیت کی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ نے دس مصروف سال ایک مملکت کے قیام و استحکام میں نہ صرف صرف کئے بلکہ اپنے ہونے والے جانشینوں کو حکمرانی اور سپہ سالاری کی بھی ساتھ ہی ساتھ مکمل تربیت دی، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے چند ماہ بعد ہی جب آپ ﷺ کے جانشین نے حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کو ایرانی سرحد پر بھیجا تو اس وقت ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ عرب میں عربوں کا نہ سما سکنا، مگر آپ کی تربیت ساتھ تھی تو آہستہ آہستہ ان سب علاقوں میں عربوں کو بسالیا اور عرب یہاں آباد ہوئے۔[14]

غزوات قرآنی کا پیغام:

قرآن کریم میں غزواتِ نبویہ کا بیان صرف جنگی واقعات کا ذکر نہیں بلکہ ان کے اندر چھپے ہوئے ایمانی، روحانی، اخلاقی اور اجتماعی پیغامات کو اجاگر کرنا بھی مقصود ہے۔ یہ غزوات نہ صرف اس دور کے لیے راہنمائی کا باعث تھے بلکہ تا قیامت امتِ مسلمہ کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں موجود اصول، آداب، اسباق اور مقاصد قرآن کے تربیتی و اصلاحی پیغام کو مکمل کرتے ہیں۔

ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر کامیابی کا پیغام:

غزوات کے ذریعے قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ فتح و شکست کا دار و مدار صرف ظاہری اسباب پر نہیں بلکہ اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور ایمان کی پختگی پر ہے۔ارشاد باری تعالیٰ:

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[15]

بارہا بڑی جماعت پر چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے غالب ہوئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر واستقامت کا پیغام:

غزوات میں مسلمانوں کو مختلف آزمائشوں سے گزارا گیا تاکہ ان میں صبر اور ثابت قدمی پیدا ہو۔ غزوہ احد میں اگرچہ مسلمانوں کو وقتی طور پر نقصان اٹھانا پڑا، لیکن قرآن نے اس کو بھی ایک تربیتی موقع کے طور پر پیش کیا، فرمان الٰہی ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ[16]

اور اللہ تو اپنا وعدہ تم سے سچا کر چکا جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کرنے لگے۔

اتحاد واطاعت کی اہمیت:

غزوات کا ایک بنیادی پیغام اتحاد، قیادت کی اطاعت اور نظم و ضبط ہے۔ خاص طور پر غزوہ احد کی شکست کا ایک سبب پہاڑی پر متعین تیر اندازوں کی نافرمانی تھی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[17]

بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

جہاد کا مقصد: ظلم کا خاتمہ اور امن کا قیام:

قرآن کے مطابق غزوات کا مقصد مال و دولت کا حصول یا زمین پر تسلط قائم کرنا نہیں تھا، بلکہ ان کا اصل مقصد ظلم کے خاتمے، دینِ حق کے دفاع اور مظلوموں کی مدد کرنا تھا۔جیسا کہ قرآن میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ[18]

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو)۔

حکمت، تدبر اور مشاورت کی اہمیت:

غزوہ خندق کی منصوبہ بندی، غزوہ بدر میں جنگی حکمت عملی اور دیگر مواقع پر مشاورت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل، تدبر اور مشورے کو دین کا حصہ بنایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[19]

اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔

منافقین کی پہچان اور داخلی فتنے کا شعور:

غزوات خصوصاً غزوہ تبوک اور خندق میں منافقین کی سازشیں بے نقاب ہوئیں۔ قرآن نے ان کی صفات کو واضح کیا تاکہ امت اندرونی دشمنوں سے بھی ہوشیار رہے۔ارشاد ربانی ہے:

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَا زَادُوْكُمْ إِلَّا خَبَالًا[20]

اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے۔

نتیجہ:

قرآن میں غزوات کا ذکر صرف تاریخی واقعات کے طور پر نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر کیا گیا ہے۔ان میں موجود پیغامات نہ صرف ایمان کو تازہ کرتے ہیں بلکہ عمل، حکمت، صبر، اتحاد اور قربانی جیسے اوصاف کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ پیغامات آج کے دور میں بھی اتنے ہی مؤثر اور قابلِ عمل ہیں جتنے نزولِ قرآن کے وقت تھے۔

حوالہ جات:

1 سورۃ الفتح48:10-
2 الجوزی، ابن قیم، محمد بن ابی بکر، شمس الدین، **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ1998ء)، 381/1-
3 سورۃ الفتح48:18-
4 ایضاً، 1تا3-
5 ندوی، ابو الحسن علی، **نبی رحمت**، (لکھنؤ: ندوۃ العلماء، 1987ء)، 36/2-
6 سورۃ الحدید57:10-
7 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **البدایہ والنہایہ**، (بیروت: مکتبہ المعارف، 1990ء)، 12/8-
8 سورۃ النصر110:01-
9 سورۃ الإسراء17:81-
10 سورۃ التوبہ09:25-
11 ابن سعد، محمد بن سعد، **طبقات الکبریٰ**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1981ء)، 367/1-
12 سورۃ التوبہ09:38-
13 ابن ہشام، محمد عبد الملک، **السیرۃ النبویۃ**، (بیروت: دار ابن حزم، 2009ء)، 527/2-
14 حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، **عہد نبوی میں نظام حکمرانی**، (کراچی: اردو اکیڈمی، 1981ء)، ص278-
15 سورۃ لبقرہ2: 249-
16 سورۃ آل عمران3: 152-
17 سورۃ الحجرات49:10-
18 سورۃ النساء4: 75-
19 سورۃ آل عمران3: 159-
20 سورۃ التوبہ9: 47-